منصوبہ بندی اور تنفیذ کا اسلامی اسلوب

طارق نور الٰہی

موجودہ دور میں دعوت اسلامی کا کام کرنے والے افراد اور گروہ اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا ہیں کہ دعوت کا کام، بے جہت اور بے مقصد کوشش اور شغل نہیں ہے۔ منظم باطل پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے منظم جدوجہد کی ضرورت ہے جس کے اہداف واضح ہوں اور جنھیں حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی گئی ہو۔ مثبت نتائج کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں۔ بغیر منصوبہ بندی، بڑے بڑے کام بھی نتیجہ خیز نہیں ہوتے۔ لہٰذا بہترین منصوبہ بندی کرنا، اس پر عمل در آمد کے لیے موثر استعداد بہم پہنچانا، مقصد پر ہمیشہ نظر رکھنا اور اس کے حصول کے لیے جادہ یقین سے وابستہ رہنا، وہ مضبوط بنیادیں ہیں جو کامیابی کا سبب بنتی ہیں۔ یہ سب اللہ کے لیے ہے اور وہی ان اختیار کردہ اسباب سے نتائج پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ہمارا یقین و توکل اسی پر ہے، لیکن ضروری استعداد کے حصول کا حکم بھی اسی نے دیا ہے۔ لہٰذا عملی توکل ہی دراصل توکل ہے اور اس سے ہی نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ کی نوید حاصل ہوتی ہے۔

موثر منصوبہ بندی اور اس کے مطابق اقدام کرتے ہوئے ہدف کو حاصل کر لینے کی مثالیں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ میں بہت ہیں۔ ہم یہاں اس کی صرف تین مثالیں پیش کریں گے تاکہ اسلامی انقلاب کے لیے کام کرنے والے اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

ہجرت نبویؐ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور گرد و نواح کی اصلاح میں بعثت کے تیرہ برس صرف فرمائے لیکن اہل مکہ کی دشمنی بڑھتی گئی۔ لہٰذا آپؐ نے اس سرزمین سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو کر اس عظیم کام کو بجا لانے کی منصوبہ بندی فرمائی۔ اس کے لیے آپؐ عرب کے دیگر علاقوں سے آئے ہوئے حجاج سے دوران حج ملاقاتیں فرماتے اور انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے جس میں جزوی کامیابی بھی ہوئی لیکن سن ۱۱ بعثت نبویؐ میں آپؐ کی کوششوں کی کامیابی کے امکان روشن ہو گئے اور وہ منصوبہ جس پر آپؐ ایک عرصے سے کارفرما رہے تھے، اس کے عملی ظہور کا وقت آگیا۔ وہ اس طرح کہ آپؐ نے مقام عقبہ پر یثرب سے آئے ہوئے چھ افراد کی ایک جماعت کو دعوت اسلام دی۔ ان کو قرآن سنایا۔ نور

ایمان ان کے دلوں کو روشن کر گیا۔ وہ مسلمان ہی نہیں ہوئے بلکہ یثرب میں اس دین کی تبلیغ اور اگلے سال پھر ملاقات کا وعدہ کر گئے۔ یہ سب کے سب خزرج قبیلے سے تھے۔

یہی اصحاب اگلے سال چند دوسرے افراد کے ساتھ پھر حج پر آئے۔ یہ سن ۱۲ بعثت نبویؐ تھا اور حاضر ہونے والوں کی تعداد بھی بارہ تھی۔ اس سال بھی بمقام عقبہ بیعت ہوئی۔ اس سال بیعت کرنے والوں میں دو افراد قبیلہ اوس سے اور باقی خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یثرب کے دونوں قبائل اس جانب متوجہ ہو چکے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرحلے کے تقاضے کے مطابق حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دین کی تعلیم کے لیے یثرب بھجوایا جن کی مساعی سے صرف ایک سال میں اوس و خزرج حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور سن ۱۳ نبویؐ میں بیعت عقبہ کبریٰ کے منعقد ہونے پر مسلمانوں کا وہاں چلے جانا قرار پایا۔ اس سال ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں، بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ اسی عقبہ کے مقام پر رات گئے یہ معاہدہ قرار پایا۔ اسلام اور داعی اسلام کی حمایت و نصرت میں جانوں کی بازی تک لگا دینے کے وعدے ہوئے اور رسولؐ اللہ سے ہمیشہ مدینہ رہنے کی خواہش و تمنا کی گئی جسے آپؐ نے بخوشی قبول فرمالیا۔ اسی بیعت کے موقع پر آپؐ نے ان کے قبائل میں سے بارہ نقیبوں کو چنا جو اپنے اپنے لوگوں کے ذمہ دار اور کفیل تھے۔ اس موقع پر حالات متقاضی تھے کہ نصرت اسلام کے لیے مسلم قیادت (لیڈر شپ) بھی ابھر آئے جس سے راہ خدا میں رہنمائی بھی ہوتی رہے اور صف بندی بھی۔ یہاں تک کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل در آمد کے چیدہ نکات ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

۱۔ **ہدف کا تعین :** آپؐ نے یہ ہدف مقرر فرمایا کہ مکہ سے کسی ایسی جگہ منتقل ہوا جائے جہاں پر سکون حالات میں اسلام کو پھیلایا جا سکے، جہاں مشرکین کی اذیتوں اور مزاحمت سے بچنے کی صورت ہو۔ اور یہ بھی کہ سارے اصحابؓ سلامتی اور حفاظت کے ساتھ یہاں سے منتقل کیے جائیں۔

۲۔ **تنظیم وسائل :** آپؐ کو جو وسائل مہیا تھے ان کو آپؐ نے بہت منظم اور بہتر انداز سے استعمال فرمایا اور ہر مرحلے کی عملی ضروریات کو پیش نظر رکھا۔

مدینہ منورہ کو اسلام کا مرکز بنانے کے لیے آپؐ نے ذیل کے حقائق پیش نظر رکھے:

اول : مدینہ ہر لحاظ سے بہترین مقام تھا کیونکہ وہاں کی اکثریت مسلمان ہو گئی تھی اور نصرت کے اس ماحول میں اسلام کی اشاعت کے وسیع امکانات تھے، نیز خواب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بستی دکھائی گئی تھی (سیرت ابن ہشام)۔

دوم : مدینہ جزیرہ نمائے عرب میں اپنے وافر میٹھے پانی، زرخیز زراعتی زمین اور کاروباری منڈی ہونے کے

باعث مشہور مرکزی شہروں میں سے تھا۔

سوم: مدینہ دفاعی نقطہ نظر سے دیگر مقامات سے زیادہ محفوظ مقام تھا۔

چہارم: مدینہ دفاعی نقطہ نظر سے اہم مقام پر واقع تھا جہاں سے مکہ و شام کی شاہراہ کو کنٹرول کرنا آسان تھا۔

پنجم: مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال بھی تھی۔ اس لحاظ سے قرابت داریاں بھی تھیں۔

ششم: اہل مدینہ عرصے سے یہود کے ساتھ رہ رہے تھے۔ اس لیے وہ کسی نہ کسی طور دینی اور روحانی زندگی کا مشاہدہ رکھتے تھے اور اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونا ان کے لیے آسان تھا۔

ہجرت کے مقررہ ہدف کو حاصل کرنے کے لیے آپؐ نے دو سال تک پیہم اقدامات اٹھائے اور تینوں بیعتوں کو تمہیدی اور تنفیذی مرحلوں کی بنیاد بنا کر تدریجی طور پر قدم بہ قدم منزل مقصود تک بڑھتے چلے گئے اور ہدف حاصل کرلیا:

۱۔ اس کے لیے آپؐ نے ہمہ پہلو دقیق و قابل عمل منصوبہ بندی فرمائی۔

۲۔ آپؐ نے منصوبہ ہجرت پر مرحلہ وار عمل فرمایا اور ہجرت کی تکمیل کے لیے جن جن وسائل کے استعمال سے جو مثبت نتائج مرتب ہو سکتے تھے، ان کو ٹھیک ٹھیک استعمال فرمایا۔

۳۔ آپؐ نے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے حج کے ایام کو منتخب فرما کر ایسا مناسب وقت چنا جو کسی دشمن اسلام کے گمان میں نہ تھا، لہٰذا وہ مقابلے پر کوئی تدبیر نہ کرسکے اور کامیابی سے ہدف حاصل ہوگیا۔

۴۔ آپؐ نے مزید یہ احتیاط ملحوظ رکھی کہ بیعت لینے کے لیے رات ایک تہائی گزر جانے کے بعد کا وقت مقرر کیا تاکہ مشرکین سے الجھنے کے امکانات کم ہو جائیں اور حساسیت کی فضا نہ بننے پائے۔ وقت کے اس انتخاب نے منصوبے کی کامیابی میں معاونت کی۔

۵۔ بیعت عقبہ الکبریٰ پر آپؐ نے بارہ نقیب منتخب کروائے جو ہر قبیلے کے لوگوں نے باہم مشورے سے چنے۔ اس طرح انصار میں اسلامی قیادت و رہنمائی کا ایک نظام مرتب ہوگیا۔

۶۔ بہتر منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ آپؐ نے ہر مرحلے کے تقاضوں کا لحاظ رکھا اور ان کو پورا کیا۔ آپؐ نے تدریجی طرز عمل اختیار فرمایا اور بے صبری سے اجتناب برتا باوجودیکہ مکہ کے حالات بہت سخت تھے اور وہاں کے سرداروں نے دعوت کے خلاف ہر نوع کے وسائل استعمال کر رکھے تھے۔ عوام الناس پر جھوٹے پروپیگنڈے کا اتنا دباؤ تھا کہ وہ حق کی پہچان نہ کر پا رہے تھے۔ ضروری تھا کہ اس فضا سے کچھ دیر کو علیحدہ ہوں تاکہ لوگ حق کو جاننے کے قابل ہو کر اسے قبول کرنے پر تیار ہو جائیں۔ ہجرت کے بعد،

سرداران قریش نے چند جنگوں میں اس فضا کو برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور صلح حدیبیہ کے بعد تو مکہ کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔

۷- مکہ سے ہجرت کی ساری منصوبہ بندی وہاں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر کی گئی تھی اور اسی اسلوب تنفیذ کو اختیار کیا گیا تھا جو ان حالات میں مفید، کارگر اور نتیجہ خیز تھا۔

۸- بیعت عقبہ اولیٰ میں صرف قبول اسلام پر اکتفا کیا گیا، دوسری بیعت میں ان کے ساتھ ایک داعی مدینہ روانہ کیا گیا جس کے اثرات بہت ہی مفید رہے۔ تیسری بیعت کے موقع پر، جو تمہیدی مرحلے کی انتہا اور تنفیذی مرحلے کی ابتدا تھی، دفاع اسلام پر بیعت لی گئی کہ ضرورت پڑنے پر اہل کفر کو طاقت سے روکا جائے گا۔ پہلی اور تیسری بیعت کے درمیان کا مرحلہ دو سال کی مدت پر محیط ہے۔ اس دوران صبر و حکمت کے ساتھ تدابیر کا اہتمام کیا گیا۔ یہی امور کامیابی کے ضامن ہوتے ہیں۔

ہجرت کا تنفیذی مرحلہ: اس مرحلے پر بھی اسی منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھا گیا جو ان حالات میں ضروری تھی اور جس پر عمل پیرا ہو کر صحیح اور مکمل نتائج حاصل کیے جا سکتے تھے۔

۱- آپؐ نے مسلمانوں کو اس سفر میں مکمل رازداری برتنے کا حکم دیا۔

۲- ایک ایک کر کے غیر محسوس طریقے سے ہجرت کا حکم دیا، بعض استثنا موجود ہیں جن کے اپنے فوائد تھے لیکن عمومی طور پر ایک ایک کر کے صحابہؓ نے مدینہ ہجرت کی۔

۳- آپؐ نے ہجرت کے دنیاوی نقصان اور اس کی وجہ سے بیوی بچوں تک کو قربان کر کے جانے والے صحابہ کو اجر خداوندی کا یقین دلایا اور صبر و تحمل سے ان شدائد کو جھیلنے کی تلقین کی۔ ان مشکلات میں صحرائی سفر کی مشقت بھی شامل ہو گئی تھی لیکن کوئی رکاوٹ صحابہ کرامؓ کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی۔

۴- حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کو آپؐ نے مکہ میں روکے رکھا۔ ان کے لیے اس منصوبہ ہجرت کے سب سے اہم مرحلے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں معاونت کرنا طے کیا گیا تھا۔

سفر ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مکہ کے لوگوں کی امانتیں سپرد کیں کہ وہ ان کو لوٹا دیں اور اپنے بستر پر اپنی چادر دے کر رات گزارنے کی ڈیوٹی لگائی۔ پھر تلاوت کرتے اس حالت میں گھر سے نکلے جبکہ باہر عرب قبائل کے چنیدہ جری جوان آپؐ کے قتل کے لیے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یہاں سے آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور وہاں سے اگلے مرحلے کے لیے روانہ ہوئے۔ اس مرحلے میں آپؐ نے ذیل کی احتیاطوں کو ملحوظ فرمایا:

۱- حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پچھلی جانب سے داخل ہوئے۔

۲- غار ثور (جہاں کچھ عرصہ رکنا تھا) تک جانے کے لیے جنوبی سمت طریق یمن کی جانب سے تشریف

لے گئے کہ اگر کوئی تعاقب کرے گا تو وہ عام راستہ اختیار کرے گا۔ ایسا راستہ اختیار فرمایا جو کسی کے گمان میں نہ ہو۔

۳- تین دن تک غار ثور میں قیام کیا۔

۴- یہ مدت اس لیے مقرر کی کہ اس اثنا میں دشمنان دین تلاش بسیار کے بعد تھک ہار کر بیٹھ جائیں۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔ سوائے چند کے جو انعام کا لالچ رکھتے تھے، سب مایوس ہو کر بیٹھ گئے اور آپؐ نے مقررہ مدت میں اطمینان سے سفر ہجرت مکمل کر لیا۔

۵- مدینہ جانے کے لیے وہ راستہ اختیار کیا جو اگرچہ مشکل تھا لیکن ادھر سے لوگ عموماً سفر نہیں کرتے تھے اور وہ مدینہ پہنچنے کا قریبی راستہ تھا۔

۶- سفر میں گائیڈ کے طور پر ماہر ترین شخص کو ساتھ لیا جو گو کہ تاحال مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن کاروباری امانت و راز داری کے لیے معروف تھا۔

۸- اہل مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کرنے کے لیے عبداللہ بن ابوبکرؓ کی ذمہ داری تھی جو روزانہ رات کو غار ثور میں ان کی ریشہ دوانیاں بتانے کے لیے آتے۔ یہ اس لیے کہ ضرورت کے مطابق کوئی تبدیلی کرنی پڑے تو ممکن ہو سکے اور دشمن کے ارادوں کی خبر رہے۔

۹- خوراک کی فراہمی کا انتظام عامر بن فہیرہ کے ذمے تھا جو روزانہ غار میں آتے تھے۔ چونکہ یہ غلہ بان تھے اس لیے بکریوں کی آمد کی وجہ سے پاؤں کے نشانات زائل ہو جاتے اور اس دور میں تلاش کا سب سے اہم ذریعہ یعنی پاؤں کے نشانات پر تعاقب کرنا، کسی کے لیے ممکن نہ رہتا۔

یہ تمام احتیاطیں اس کے باوجود کی گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت اور اسلام کی نصرت کی نوید سنا رکھی تھی۔ لہٰذا ہر داعی کے پیش نظر رہنا چاہیے کہ ایسے حالات جن کا بیان پچھلی سطروں میں ہوا یا اس سے ملتے جلتے حالات میں کامیابی کے صدق صد یقین کے باوجود، داعی ٹھیک ٹھیک منصوبہ بندی کرے اور اس کے لیے مناسب وسائل فراہم کرے۔ وہ ان وسائل کے بہترین استعمال سے آشنا ہو اور تمہید و تنفیذ کے ہر مرحلے میں صبر و حکمت کا دامن نہ چھوڑے اور ظاہری اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پر مکمل توکل رکھے۔ رسول کریمؐ نے ان امور کا التزام فرمایا اور مسلمان بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ پھر کفر کی ایک نہ چلی اور سن ۸ ہجری میں مکہ سمیت پورا عرب اسلام کے زیر سایہ آگیا اور اگلے سالوں میں دو سپرپاورز قیصر روم و کسریٰ ایران بھی اسلام سے مغلوب ہو گئیں۔ اگر ہمہ جہت اور دور رس منصوبہ بندی نہ کی جاتی اور اس پر مسلسل مربوط عمل جاری نہ رکھا جاتا، مزید پیش آمدہ مشکلات کے حل نہ تلاش کیے جاتے تو یہ کامیابیاں ممکن نہ ہوتیں۔ مسلمانوں نے جب بھی ان امور پر توجہ دی ہے، کامیاب رہے ہیں لیکن اب یہ

پہلو کمزور ہونے کے باعث باوجود کثرتِ عدد کے مسلمانوں کی اہمیت اور وقعت کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان دین کی سربلندی کے لیے کوشاں ہو جائیں اور حالت ضعف کو قوت میں بدلنے کے لیے ایسی موثر قیادت پیدا کریں جو حالات کو جانتی ہو' انھیں درست کرنے کی نظری و عملی قوت سے مالا مال ہو' خیر خواہی کا جذبہ رکھتی ہو' قربانی کر سکتی ہو اور دشمنان اسلام کی چالوں کو سمجھتی اور ان کو رد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

حضرت یوسفؑ کی منصوبہ بندی: دوسری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جس میں ایسی شاندار منصوبہ بندی اور اس کی بہترین تنفیذ کی گئی ہے کہ ایک تباہ ہوتی قوم کو مشکل سے نکال کر حیات نو کا سامان کر دینے کے تمام احکامات و طریقے معلوم ہو جاتے ہیں۔

مصر کے بادشاہ کو نظر آنے والے خواب کی تعبیر میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ سات سال تک بغیر انقطاع فصل اگاتے چلے جاؤ۔ ان برسوں میں حاصل ہونے والی فصل کے استعمال کے لیے آپ نے یہ منصوبہ بتایا کہ جو فصل حاصل ہو' اسے بالیوں ہی میں رہنے دو تاکہ موسمی اثرات اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہے۔ اس میں سے حسب ضرورت تھوڑی مقدار میں اپنے کھانے کے لیے لے لو۔ وہ تمھاری غذا اور اس کا بھوسا تمھارے جانوروں کی غذا ہو گا۔ یہ محفوظ فصل آنے والے قحط زدہ سالوں میں کام آئے گی۔ یہ مدت چھوٹی نہیں۔ سات برسوں پر مشتمل ہو گی۔ اس کے بعد نعمتیں دوبارہ حاصل ہو جائیں گی۔

بادشاہ' حضرت یوسفؑ کی تعبیر خواب سے ان کی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا اور حضرت یوسفؑ برات کے بعد جب قید سے نکلے تو بادشاہ نے ملنے کی خواہش کی۔ "بادشاہ نے کہا انھیں میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کو اپنے لیے مخصوص کر لوں۔ جب یوسفؑ نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا: "اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور آپ کی امانت پر پورا بھروسہ ہے۔ یوسفؑ نے کہا: "ملک کے خزانے میرے سپرد کیجیے' میں حفاظت کرنے بھی والا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں"۔ اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسفؑ کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ وہ مختار تھا کہ اس میں جہاں چاہے اپنی جگہ بنائے۔ ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں' نوازتے ہیں۔ نیک لوگوں کا اجر ہمارے ہاں مارا نہیں جاتا"۔ (یوسف ۱۲: ۵۴ تا ۵۶)۔

حضرت یوسفؑ کی تعبیر اور منصوبہ بندی کے مطابق ان تمام برسوں میں کام ہوتا رہا۔ انھوں نے اپنی نگرانی میں ایسا بہترین نظام وضع کیا جس سے بھوکے مرنے کے قریب قوم قحط سالی اور ہلاکت سے بچ گئی اور اردگرد کے علاقوں کو بھی اناج دینے کے قابل بن گئی۔ اس طرح تمام قحط زدہ سالوں میں مربوط انداز سے غذائی ضروریات یوسف علیہ السلام کے حسن تصرف سے ممکن ہو گئیں۔

حضرت یوسفؑ نے منصوبہ عمل پیش ہی نہیں کیا بلکہ اس پر خود بھی عمل کیا اور حکمران و افواج پر بھی

اس کی تنفیذ فرمائی۔ آپ خود بھی بھوک رکھ کر کھاتے، بادشاہ وقت، اس کے کارکنان (بیورو کریسی) اور افواج بھی بھوک رکھ کر کھاتے۔ سب روزانہ صرف دوپہر کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ یہ طرز عمل صرف اسلامی منصوبہ بندی میں سامنے آتا ہے کہ منصوبہ ساز خود بھی اس پر کاربند رہتا ہے اور حاکم و محکوم میں فرق روا نہیں رکھا جاتا بلکہ قائد سب سے پہلے خود عملی مثال بنتا ہے (جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے)۔ یہی مشترکہ طرز عمل اپنانے پر اتنا بڑا قحط مصری قوم کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آپ نے جو منصوبہ عمل پیش فرمایا اس میں تمام عواقب کا ادراک کیا گیا تھا اور ان سے نپٹنے کی تدابیر کی گئی تھیں اور ہدف تک پہنچنے کے تمام ضروری وسائل اختیار کیے گئے تھے جس کا نتیجہ سو فیصد حاصل ہوا۔ چند ضروری نکات ملاحظہ فرمایئے:

۱- طویل مدت تک عمل کی ضرورت بتائی اور اناج ذخیرہ کرنے اور صرف کرنے کے لیے مدت کا تعین کیا۔

۲- زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوشش اور ضرورت پر متوجہ کیا۔

۳- اناج کی بہترین حفاظت کا طریقہ بتایا اور اس کے استعمال میں اسراف سے منع کیا۔

۴- اس سارے عرصے میں مسلسل جدوجہد جاری رکھنے اور کسی تساہل یا مایوسی کو قریب نہ پھٹکنے دینے کی تلقین کی۔

اس منصوبہ بندی اور حسن تدبیر سے جو حضرت یوسفؑ نے فرمائی، مصری قوم بھوک کے ہاتھوں ہلاکت سے بچ گئی اور بھوک و پیاس اور قحط سالی کے ایام میں تمام غذائی ضروریات بخوبی پوری ہوتی رہیں بلکہ دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو گئے۔ سات سال بعد باران رحمت ہوئی اور باغات و کھیتیاں پھر پھلنے پھولنے لگیں۔

اس مثال سے معلوم ہوا کہ انسان موجود وسائل کا صحیح استعمال کر کے سوچے سمجھے طریقے سے ان میں تصرف کر کے وہ نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو اسے مشکلات سے بچا سکیں۔

قرآن نے اس مثال کو بیان فرما کر منصوبہ سازی کے لیے راستے کھول دیے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صرف تخمینوں کے کھیل اور بے عملی پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کی مشکل میں قابل عمل منصوبہ بندی کرنے، اس پر یکسوئی سے عمل پیرا ہونے اور ہدف حاصل کرنے کے صد فی صد کامیاب اسالیب سے روشناس کرواتا ہے۔

ذوالقرنین کی مثال : آخری مثال ایک صالح حکمران کی ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ اس حکمران نے ایک مردہ قوم میں روح عمل ڈال کر انھیں سوتے سے جگا دیا اور وہ زندہ قوم بن گئے۔ یہ نیک

حکمران ذوالقرنین ہیں جنھیں اللہ نے زمین میں ایسی تمکنت دی تھی کہ ساری دنیا ان کے تصرف میں تھی لیکن طرز حکمرانی قرآنی تھا۔

قرآن نے ذوالقرنین کے تین سفر بتائے ہیں۔ ان میں آخری سفر(بین السدین) میں اس کے طرز عمل اور اس سے حاصل ہونے والے مثبت نتائج سے بحث کرنا یہاں مقصود ہے۔ اس سفر کا سورۃ کہف آیت ۹۲ تا ۹۸ میں ذکر ہے: "پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی' ان لوگوں نے کہا: "اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں' تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لیے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟ اس نے کہا: "جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو' میں تمھارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں' مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ کر دی تو اس نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا (یہ بند ایسا تھا) کہ یاجوج ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لیے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے"۔

اس سفر میں اس کا واسطہ ایک جاہل اور بے عمل قوم سے پڑا۔ اس کے قریب ایک مفسد اور ظالم قوم یاجوج ماجوج رہتی تھی جو گاہے بگاہے ان پر حملہ آور ہوتی تھی لیکن یہ قوم خود آشنائی سے محروم تھی۔ جانتی تو تھی کہ اگر دونوں پہاڑوں کے خلا کو پر کر دیا جائے تو اس مصیبت سے چھٹکارا مل سکتا ہے جو یاجوج ماجوج کی شکل میں نازل ہوتی رہتی ہے لیکن یہ خود عملی قدم اٹھانے سے محروم تھی۔ ذوالقرنین کی صورت میں جب مسیحا مل گیا تو کہا کہ ٹیکس لے لیجیے اور ہمیں ان سے بچا لیجیے۔ لیکن ذوالقرنین جو مظلوم کا حامی و مددگار تھا جسے اللہ جل شانہ نے پہلے سے بے بہا شان و شوکت دے رکھی تھی وہ اس ٹیکس سے فائدہ اٹھانے کا روادار نہ تھا۔ اس نے اس قوم کی مایوسی اور بے عملی کو ختم کرنے کے لیے ایسا منصوبہ تجویز کیا جو انھیں حیات نو دے گیا۔ اس نے کہا تم محنت سے میری مدد کرو۔ خود جدوجہد میں شامل ہو کر مثبت طرز عمل کا مظاہرہ کرو۔ تم یہ کام کر سکتے ہو۔ اس طرح ان کی قوت بشری مثبت کام پر لگ گئی۔ اس نے بند باندھنے کے لیے خام مواد کے حصول پر انھیں لگایا تو ان لوگوں نے زمینی خزانوں کو چھان کر لوہا تلاش کیا۔ اس کی دیوار بنائی' اس کے گرد آگ روشن کی' تانبے کو گرم کیا اور اس مرحلے پر ذوالقرنین نے خود اس تانبے کو لوہے کی دیوار میں انڈیلا۔ ذوالقرنین نے ان کی پوشیدہ بلکہ مردہ صلاحیتوں کو جگا کر اس قوم کی کایا پلٹ دی۔ شکستہ عزم بحال ہوئے اور جو خواب ان کے پیش نظر تھا' وہ مجسم صورت اختیار کر گیا اور نہ صرف ان کی بلکہ دنیا کی'

مفسد قوم یاجوج و ماجوج سے' نجات کا سامان ہو گیا۔ یہاں ایک مسلمان حکمران کا صحیح طرز عمل واضح ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کن صلاحیتوں کا حامل ہونا چاہیے اور ان صلاحیتوں کو عمل میں لا کر وہ کیا کیا معجزات مرتب کر سکتا ہے اور کروا سکتا ہے' اور یہ بھی کہ وہ ہمیشہ اللہ کا تابع فرمان اور شکرگزار رہتا ہے۔ کفران نعمت نہیں کرتا (قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ.....)۔

قرآن نے یہاں یہ بتایا ہے کہ ایک شکست خوردہ قوم اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر ناممکن کو ممکن کس طرح بنا سکتی ہے۔ کس طرح اپنی قوت عمل سے آگاہ ہو سکتی ہے' اپنی ضروریات کو خود مہیا کر سکتی ہے' اپنے دفاع پر خود قادر ہو سکتی ہے۔ غرض اپنے سب مسائل کو خود حل کر سکتی ہے۔

قرآن اس کا حل ایک صالح' باعمل' دور اندیش اور باکردار قیادت بتاتا ہے۔

اوپر بیان ہونے والے تینوں مثالیں مختلف صورت حال میں بہترین طرز عمل کی نمایندگی کرتی ہیں جن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ قرآن و سنت ہر قسم کے احوال میں مثبت' موثر اور قابل عمل منصوبہ بندی کے واضح قواعد بھی دیتا ہے اور ان اصول و قواعد پر عمل پیرا ہو کر صد فی صد کامیابی حاصل کرنے کی عملی مثالیں بھی پیش کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لائحہ عمل کی ترتیب و تنفیذ و تکمیل میں ان مثالوں کو ہم بھی پیش نظر رکھیں۔ اس وقت مسلم عوامی قوت کو مجتمع کر کے نفاذ شریعت الٰہی کی کوشش جاری ہے اور اس کی کامیابی پر باذن اللہ وطن عزیز کی کایا پلٹ سکتی ہے اور عالمی سازشوں کے خلاف بند باندھا جا سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے فضل پر نظر رکھیں اور اس کی دی ہوئی قوت فکر و عمل کو بہترین منصوبہ بندی سے استعمال کرتے ہوئے کامیاب بنانے میں لگے رہیں۔

مضمون کی تیاری میں ان عربی کتب سے استفادہ کیا گیا: ۱- **الدعاة والتخطيط** (محمد عبداللہ الخطیب)' ۲- **فقه السيرة** (محمد الغزالی)' **فقه السيرة النبوية** (ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی)

۹۴' ۹۵' ۹۶' ۹۷ کے ۴۸ شمارے ۸ جلدوں میں

ترجمان القرآن کے گذشتہ ۴ سالوں کے شمارے' دیدہ زیب مجلد شکل میں دستیاب ہیں۔

فی جلد ۷۰ روپے۔ مکمل سیٹ- /۵۰۰ روپے۔ رعایت ۶۰ روپے

لائبریریوں کے ذمہ دار اور اہل ذوق توجہ فرمائیں۔ (ڈاک خرچ بذمہ خریدار)

مینیجر ترجمان القرآن 5-اے ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور